

خُم السجده

نام | اس سورۃ کا نام دو لفظوں سے مرتب ہے۔ ایک خُم، دوسرے السجده۔
مطلب یہ ہے کہ وہ سورۃ جس کا آغاز خُم سے ہوتا ہے اور جس میں ایک مقام پر آیت
سجده آئی ہے۔

زمانہ نزول | مقبرہ روایات کی رو سے اس کا زمانہ نزول حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے
کے بعد اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے پہلے ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیم ترین
بیرت نکار محمد بن اسحاق نے مشہور تابعی محمد بن کعب القرظی کے حوالہ سے یہ قصہ نقل
کیا ہے کہ ایک دفعہ قریش کے کچھ سردار مسجد حرام میں محفل جمائے بیٹھے تھے اور مسجد
کے ایک دوسرے گوشے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا نشرف رکھتے تھے یہ
وہ زمانہ تھا جب حضرت حمزہ ایمان لا چکے تھے اور قریش کے لوگ مسلمانوں کی جمعیت
میں روز افزوں اضافہ دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے۔ اس موقع پر عبید بن ربیعہ
دالوسفیان کے خسر نے سرداران قریش سے کہا کہ صاحبو، اگر آپ لوگ پسند کریں
تو میں جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کروں اور ان کے سامنے چند تجویزیں
رکھوں، شاید کہ وہ ان میں سے کسی کو مان لیں اور ہم بھی اسے قبول کریں اور اس طرح
ہماری مخالفت سے باز آجائیں۔ سب حاضرین نے اس سے اتفاق کیا اور غلبہ اٹھ کر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا بیٹھا۔ آپ اُس کی طرف متوجہ ہوئے تو اُس نے کہا:
”بھتیجے، تم اپنی قوم میں اپنے نسب اور خاندان کے اعتبار سے جو حیثیت رکھتے ہو وہ
تمہیں معلوم ہے۔ مگر تم اپنی قوم پر ایک بڑی مصیبت لے آئے ہو تم نے جماعت
میں تفرقہ ڈال دیا۔ ساری قوم کو بے وقوف ٹھیرا یا۔ قوم کے دین اور اس کے معبودوں
کی بُرائی کی۔ اور ایسی باتیں کرنے لگے جن کے معنی یہ ہیں کہ ہم سب کے باپ دادا کا فر تھے

اب ذرا میری بات سنو۔ میں کچھ تجویزیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔ ان پر غور کرو۔ شاید کہ ان میں سے کسی کو تم قبول کر لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو الولید، آپ کہیں، میں سنوں گا۔ اس نے کہا، ”بھتیجے، یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے اس سے اگر تمہارا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اتنا کچھ دیے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر اس سے اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے دیتے ہیں، کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہ کریں گے۔ اگر بادشاہی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ اور اگر تم پر کوئی جن آتا ہے جسے تم خود دفع کرنے پر قادر نہیں ہو تو ہم بہترین اطبیب بلواتے ہیں اور اپنے خرچ پر تمہارا علاج کراتے ہیں“ عقنبہ یہ باتیں کرتا رہا اور حضور خاموش سنتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا، ابو الولید آپ کو کچھ کہنا تھا کہہ چکے، اس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا اچھا، اب میری سنو۔ اس کے بعد آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سی سورۃ کی تلاوت شروع کی اور عقنبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے غور سے سنتا رہا۔

آیت سجدہ (آیت نمبر ۲۸) پر پہنچ کر آپ نے سجدہ کیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا، اے ابو الولید، میرا جواب آپ نے سن لیا، اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ عقنبہ ٹھکرا کر سردارانِ قریش کی مجلس کی طرف چلا تو لوگوں نے دُور سے اس کو دیکھتے ہی کہا، خدا کی قسم، عقنبہ کا چہرہ بدلا ہوا ہے، یہ وہ صورت نہیں ہے جسے لے کر یہ گیا تھا۔ پھر جب وہ آکر بیٹھا تو لوگوں نے کہا: کیا سن آتے؟ اس نے کہا: ”جدا، میں نے ایسا کلام سنا کہ کبھی اس سے پہلے نہ سنا تھا۔ خدا کی قسم، نہ یہ شعر ہے، نہ سحر ہے نہ کہانت۔ اے سردارانِ قریش، میری بات مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلام کچھ رنگ لاکر رہے گا۔ فرض کرو، اگر عرب اس پر غالب آگئے تو اپنے بھائی کے خلاف ہاتھ اٹھانے سے تم بچ جاؤ گے اور

دوسرے اُس سے منٹ لیں گے لیکن اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کی بادشاہی
 تمہاری بادشاہی، اور اس کی عزت تمہاری عزت ہی ہوگی۔ سردارانِ قریش اُس کی
 یہ بات سنتے ہی بول اٹھے، ولید کے آبا، آخر اس کا جادو تم پر بھی چل گیا۔ عقبہ نے
 کہا، میری جو رائے تھی وہ میں نے تمہیں تبادی، اب تمہارا جو جی چاہے کرتے رہو
 ابن ہشام، ج ۱، ص ۳۱۳-۳۱۴۔

اس قصے کو متعدد دوسرے محدثین نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے بھی مختلف
 طریقوں سے نقل کیا ہے، جن میں تھوڑا بہت لفظی اختلاف ہے۔ ان میں سے
 بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جب حضور تلامذت کرتے ہوئے آیت فَاَنْ
 اَعْضُوْا اَفْعُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُوْدَ دَابَّ اَلْاَكْبَرُ لَوْ
 مَنَّ مَّوَدَّتْ بِمِثْلِ تُوْرَانِ سَعْدِیُّوْا لَوْ كَرِهَتْ اَعْيُنُ النَّاسِ لَقَدْ رَاَتْ مِنْكُمْ
 اَشْرَکًا کَثِیْرًا ۗ وَاِنَّكُمْ لَعِنْدَ رَبِّکُمْ لَمَذْمُوْمُوْنَ۔ (سورہ اعراف، آیت ۱۰۷-۱۰۸)
 ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈرانا ہوں) پر پہنچے تو عقبہ نے بے اختیار آپ کے منہ
 پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا خدا کے لیے اپنی قوم پر رحم کرو۔ بعد میں اس نے سردارانِ قریش
 کے سامنے اپنے اس فعل کی وجہ یہ بیان کی کہ ”آپ لوگ جانتے ہیں، محمد کی زبان سے
 جو بات نکلتی ہے پوری ہو کر رہتی ہے، اس لیے میں ڈر گیا کہ کہیں ہم پر عذاب نازل
 نہ ہو جائے، دفعیلات کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۹۰-۹۱۔ البدایہ
 والنہایہ، ج ۲، ص ۶۲۔“

موضوع اور مضمون | عقبہ کی اس گفتگو کے جواب میں جو تقریر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 نازل ہوئی، اس میں اُن سپردہ باتوں کی طرف سرے سے کوئی التفات نہ کیا گیا
 جو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھیں۔ اس لیے کہ جو کچھ اس نے کہا تھا وہ
 دراصل حضور کی نیت اور آپ کی عقل پر حملہ تھا۔ اُس کی ساری باتوں کے پیچھے یہ
 مفروضہ کام کر رہا تھا کہ حضور کے نبی، اور قرآن کے وحی ہونے کا تو بہر حال کوئی

امکان نہیں ہے، اب لا محالہ آپ کی اس دعوت کا محرک یا تو مال و دولت اور حکومت و اقتدار حاصل کرنے کا جذبہ ہے، یا پھر، معاذ اللہ، آپ کی عقل میں فتور آ گیا ہے پہلی صورت میں وہ آپ سے سو دے بازی کرنا چاہتا تھا، اور دوسری صورت میں یہ کہہ کر آپ کی قیمن کر رہا تھا کہ ہم اپنے خرچ پر آپ کی دیوانگی کا علاج کر لئے دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی یہودیگیوں پر جب مخالفین انرا آئیں تو ایک شریف آدمی کا کام ان کا جواب دینا نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ ان کو قطعی نظر انداز کر کے اپنی جو بات کہنی ہو کہے۔

غتبہ کی باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اس سورہ میں اس مخالفت کو منعوج بحث بنایا گیا ہے جو قرآن مجید کی دعوت کو زک دینے کے لیے کفار مکہ کی طرف سے اس وقت انتہائی بٹھ دھرمی اور بد اخلاقی کے ساتھ کی جا رہی تھی۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے، آپ خواہ کچھ کریں ہم آپ کی کوئی بات سن کر نہ دینگے۔ ہم نے اپنے دلوں پر غلاف چڑھالیے ہیں۔ اپنے کان بند کر لیے ہیں۔ ہمارے اور آپ کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی ہے جو ہمیں اور آپ کو کبھی ملنے دیگی۔

انہوں نے آپ کو صاف صاف نوٹس دے دیا تھا کہ آپ اپنی اس دعوت کا کام جاری رکھیے، ہم آپ کی مخالفت میں جو کچھ ہم سے ہو سکے گا کریں گے۔ انہوں نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ جب بھی آپ یا آپ کے پیروں میں سے کوئی عام لوگوں کو قرآن سنانے کی کوشش کرے، فوراً ہنگامہ برپا کر دیا جائے اور اتنا شور مچایا جائے کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دے۔

وہ پوری سرگرمی کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے تھے کہ قرآن مجید کی آیت کو اٹے معنی پہننا کہ عوام میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلائیں۔ بات کچھ کہی جاتی تھی اور وہ اسے بناتے کچھ تھے۔ سیدھی بات میں سے ٹیڑھ نکالتے تھے۔ سیاق و سباق سے

الگ کر کے کوئی لفظ کہیں سے اور کوئی فقرہ کہیں سے لے اڑتے اور اس کے ساتھ اپنی طرف سے چار باتیں ملا کر نئے نئے مضامین پیدا کرتے تھے تاکہ قرآن اور اس کے پیش کرنے والے رسول کے متعلق لوگوں کی رائے خراب کی جائے۔

عجیب عجیب قسم کے اعتراضات جڑتے تھے جن کا ایک نمونہ اس سورہ میں پیش کیا گیا ہے۔ کہتے تھے کہ ایک عرب اگر عربی زبان میں کوئی کلام سنانا ہے تو اس میں معجزے کی کیا بات ہوئی؟ عربی تو اس کی مادری زبان ہے۔ اپنی مادری زبان میں جس کا جی چاہے ایک کلام تصنیف کر لے اور دعویٰ کر دے کہ وہ اس پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ معجزہ توجیب ہوتا کہ یہ شخص کسی دوسری زبان میں جسے یہ نہیں جانتا، یکایک اٹھ کر ایک فصیح و بلیغ تقریر کر ڈالتا۔ تب یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ یہ اس کا اپنا کلام نہیں ہے بلکہ اوپر کہیں سے اس پر نازل ہو رہا ہے۔

اس اندھی اور پھری مخالفت کے جواب میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا حاصل

یہ ہے:

۱، یہ خدا ہی کا نازل کردہ کلام ہے اور عربی زبان ہی میں ہے۔ جو حقیقتیں اس میں صاف صاف کھول کر بیان کی گئی ہیں، جاہل لوگ ان کے اندر علم کی کوئی روشنی نہیں پاتے، مگر سمجھ بوجھ رکھنے والے اس روشنی کو دیکھ بھی رہے ہیں اور اس سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں۔ یہ تو خدا کی رحمت ہے کہ اس نے انسان کی رہنمائی کے لیے یہ کلام نازل کیا کوئی اسے زحمت سمجھتا ہے تو یہ اس کی اپنی بند نصیبی ہے جو شہری ہے ان لوگوں کے لیے جو اس سے فائدہ اٹھاتیں، اور ڈرنا چاہیے ان لوگوں کو جو اس سے منہ موڑ لیں۔

۲، تم نے اگر اپنے دلوں پر غلاف چڑھ لیے ہیں اور اپنے کان پر رے کر لیے ہیں تو نبی کے سپرد یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو نہیں سنا چاہتا اسے سنائے

اور جو نہیں سمجھنا چاہتا اس کے دل میں زبردستی اپنی بات اتارے۔ وہ تو تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہے۔ سننے والوں ہی کو سنا سکتا ہے اور سمجھنے والوں ہی کو سمجھا سکتا ہے۔

(۳) تم چاہے اپنی آنکھیں اور کان بند کر لو اور اپنے دلوں پر غلاف چڑھا لو، مگر حقیقت یہی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی ہے اور تم کسی دوسرے کے بندے نہیں ہو۔ تمہاری ضد سے یہ حقیقت بہر حال نہیں بدل سکتی۔ مان لو گے اور اس کے مطابق اپنا عمل درست کر لو گے تو اپنا ہی بھلا کر گے۔ نہ مانو گے تو خود ہی تباہی سے دوچار ہو گے۔

(۴) تمہیں کچھ احساس بھی ہے کہ یہ شرک اور کفر تم کس کے ساتھ کر رہے ہو؟ اُس خدا کے ساتھ جس نے یہ آقاہ کا ثنات بنائی ہے، جو زمین و آسمان کا خالق ہے، جس کی پیدا کی ہوئی برکتوں سے اس زمین میں تم فائدہ اٹھا رہے ہو، اور جس کے ہتھیکے ہوئے رزق پر تم پل رہے ہو۔ اُس کا شریک تم اُس کی حقیر مخلوقات کو بناتے ہو، اور سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ضد میں آکر منہ موڑتے ہو۔

(۵) اچھا، نہیں مانتے تو خبردار ہو جاؤ کہ تم پر اسی طرح کا عذاب اچانک ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہے جیسا عاوا اور ثمود پر آیا تھا۔ اور یہ عذاب بھی تمہارے جرم کی آخری سزا نہ ہو گا، بلکہ آگے میدانِ حشر کی باز پرس اور جہنم کی آگ ہے۔

(۶) بڑا ہی بد قسمت ہے وہ انسان جس کے ساتھ ایسے شیاطین جن و انس لگ جائیں جو اسے ہر طرف ہمارا ہی ہرا دکھاتے رہیں، اس کی حماقتوں کو اُس کے سامنے خوشنما بنا کر پیش کریں اور اسے کبھی نہ خود صحیح بات سوچنے دیں، نہ کسی دوسرے سے سننے دیں۔ اس طرح کے نادان لوگ آج تو یہاں ایک دوسرے کو بڑھاوے چڑھاوے دے رہے ہیں، اور ہر ایک دوسرے کی شہ پاکر

نیلے پر دہلا مار رہا ہے، مگر قیامت کے روز جب شامت آئے گی تو ان میں سے ہر ایک کہے گا کہ جن لوگوں نے مجھے بہکا یا تھا وہ میرے ہاتھ لگ جاتیں تو انہیں پاؤں تلے نرؤ ڈالوں۔

(۷) یہ قرآن ایک اہل کتاب ہے۔ اسے تم اپنی گھٹیا چالوں اور اپنے جھوٹ کے ہتھیاروں سے شکست نہیں دے سکتے۔ باطل خواہ سامنے سے آئے یا دہر پر وہ اور بالواسطہ حملہ آور ہو، اسے زک دینے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔

(۸) آج تمہاری اپنی زبان میں یہ قرآن پیش کیا جا رہا ہے تاکہ تم اسے سمجھ سکو تو تم کہتے ہو کہ یہ کسی عجمی زبان میں آنا چاہیے تھا لیکن اگر تم تمہاری ہدایت کے لیے عجمی زبان میں اسے بھیجتے تو تم ہی لوگ کہتے کہ یہ بھی عجیب مذاق ہے، عرب قوم کی ہدایت کے لیے عجمی زبان میں کلام فرمایا جا رہا ہے جسے یہاں کوئی نہیں سمجھتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں دراصل ہدایت مطلوب ہی نہیں ہے۔ زمانے کے لیے نت نئے بہانے تراش رہے ہو۔

(۹) کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر فی الواقع حقیقت یہی نکلی کہ یہ قرآن خدا کی طرف سے ہے تو اس کا انکار کر کے اور اس کی مخالفت میں اتنی دوزخ جا کر تم کس انجام سے دوچار ہو گے۔

(۱۰) آج تم نہیں مان رہے ہو، مگر عنقریب تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اس قرآن کی دعوت تمام آفاق پر چھا گئی ہے، اور تم خود اس سے مغلوب ہو چکے ہو۔ اس وقت تمہیں پتہ چل جاتے گا کہ جو کچھ تم سے کہا جا رہا تھا، وہ حق تھا۔

مخالفین کو یہ جوابات دینے کے ساتھ ان مسائل کی طرف بھی توجہ فرمائی گئی ہے جو اس شدید مزاحمت کے ماحول میں اہل ایمان کو اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درپیش تھے۔ ایمان لانے والوں کے لیے اس وقت تبلیغ کرنا تو درکنار، ایمان کے راستے

پر قائم رہنا بھی سخت دشوار ہو رہا تھا، اور ہر اس شخص کی جان عذاب میں آجاتی تھی جس کے متعلق یہ ظاہر ہو جاتا تھا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ دشمنوں کی خوفناک جھٹہ بندی اور ہر طرف چھائی ہوئی طاقت کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو بالکل بے بس اور بے یارومد و کار محسوس کر رہے تھے۔ اس حالت میں اول تو یہ کہہ کر ان کی محبت بندھائی گئی کہ تم حقیقت میں بے یارومد و کار نہیں ہو، بلکہ جو شخص بھی ایک دفعہ خدا کو اپنا رب مان کر اس عقیدے اور مسک پر مضبوطی کے ساتھ جم جاتا ہے، خدا کے فرشتے اس پر نازل ہوتے ہیں اور دنیا سے لے کر آخرت تک اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ پھر یہ فرما کر ان کا حوصلہ بڑھایا گیا کہ بہترین ہے وہ انسان جو خود نیک عمل کرے، دوسروں کو خدا کی طرف بلائے، اور ڈوٹ کر کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُس وقت جو سوال سخت پریشان کن بنا ہوا تھا وہ یہ تھا کہ جب اس دعوت کی راہ میں ایسے سنگ گراں حامل ہیں تو ان چٹانوں سے تبلیغ کار راستہ آخر کیسے نکالا جائے اس سوال کا حل آپ کو یہ بتایا گیا کہ یہ نمائشی چٹانیں بظاہر ٹری سخت نظر آتی ہیں، مگر اخلاقِ حسنہ کا ہتھیار وہ ہتھیار ہے جو انہیں توڑ کر اور گھچلا کر رکھ دے گا۔ صبر کے ساتھ اس سے کام لو، اور جب کبھی شیطان اشتعال دلا کر کسی دوسرے ہتھیار سے کام لینے پڑا کہے تو خدا سے پناہ مانگو۔